

لیکن اسے خدا! یہی نگاہیں میرے دل کے پار کیوں ہوئی جاتی ہیں۔  
 مطلب یہ کہ ظاہری کوتاہی کے باوجود دل تک ان کی رسائی اور تاثیر و نفوذ  
 میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یہ چیزیں بیان سے نہیں، احساس سے تعلق رکھتی ہیں جس  
 کا ایک پہلو مرثاگاں کی درازی بھی ہے، لیکن مرثاگاں انتہائی درازی کے باوجود  
 ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھتیں۔ نگاہوں کی تاثیر دور تک جاتی ہے، مگر  
 چونکہ ہیں مشرم و حیا کے باعث سمٹ کر مرثاگاں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں یعنی  
 جھکی رہتی ہیں، ان کا حسن اور ان کی جاذبیت بھی ویدنی ہے، اسے بیان میں نہیں  
 لایا جاسکتا۔ اسی دلاویزی کو مرزا نے زیرِ غور شعر میں واضح کیا اور حق یہ ہے  
 کہ اصل نکتے کی توضیح کے لیے اس سے بہتر طریقہ ذہن میں نہیں آسکتا۔

۱۱۔ شرح: میں آہوں کو بار بار سینے میں روکتا تھا اور وہ بار بار جوش و زور  
 سے ابھرتی تھیں۔ اس طرح پے پے دبانے اور ابھرنے، دبانے اور ابھرنے  
 کا منظر پیدا ہو گیا۔ گویا کپڑے کی سلائی کی سی صورت سامنے آگئی، کیونکہ سلائی  
 یعنی بخیے میں بھی دھاگانیچے اوپر، نیچے اوپر ہوتا رہتا ہے۔ اس حد تک آہوں  
 کو روکنے اور ابھرنے کا عام منظر تھا۔ بخیے کا سلسلہ ہاتھ آگیا تو مرزا نے اسے  
 چاک گریباں کی سلائی سے تعبیر کر لیا۔ لطف یہ کہ گریباں عموماً سینے ہی پر سے  
 چاک ہوتا ہے۔

مصنوع محض خیالی ہے، اگرچہ اسے رنگ ایسا دے دیا گیا ہے کہ بالکل  
 واقعی اور فطری معلوم ہوتا ہے۔

۱۲۔ شرح: خواجہ حالی فرماتے ہیں:

”اب نئی دعا تو کوئی ذہن میں باقی نہیں رہی اور وہ مستعل دعائیں  
 جو دربان کو دے چکا ہوں، دوست کے حق میں صرف کرنے کو جی  
 نہیں چاہتا۔ شعر میں جو اصل خوبی اور لطافت ہے وہ یہ ہے کہ  
 گالیوں کے جواب میں دعائیں دینے کو ایک ایسی ضروری بات